نعت خوانی باندازِ تغنیہ کی شرعی حیثیت

محمد فیروز الدین شاہ کھگہ

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''کسی چیز کی عمدگی ، وصف اور خوبی'' کے آتے ہیں۔ علماءِ لغت نے اس کے معنی ''کسی شئے کے وصف میں مبالغہ کرنے'' کے بھی کیے ہیں۔اب یہ لفظ نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

''و رجل ناعت من قوم نعات، قال الشاعر ؛ انعتها انی من نعاتها .....و جمع النعت : نعوت ، و نعت من کل شئی جیده' ......''(۱)

وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں اور اس کی جمع نعات ہے۔کسی شاعر نے کہا ہے:''انعتها انی من نعاتها ''یعنی میں نے اس کی توصیف کی کیونکہ میں اس کے وصف بیان کرنے والوں میں سے ہوں۔اور نعت کی جمع ''نعوت'' ہے۔ابن اثیر جزری نے آپ ﷺ کی صفت کو نعت سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے:''یقول ناعته لم ارقبله و لا بعده' مثله''(کہ میں نے آپ ﷺ سے قبل اور بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا)۔البتہ ابن اثیرؒ نعت اور وصف میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' النعت وصف الشئی بما فیه من حسن و لا یقال فی القبیح الا ان یتکلف متکلف فیقول "نعت سوء' والوصف فی الحسن و القبح ....''(۲)

یعنی نعت کسی اچھی چیز کی تعریف کا نام ہے۔قبح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا الّا یہ کہ کوئی بتکلف اس کا استعمال کرلے تو وہ نعتِ سوء یعنی ناپسندیدہ تعریف ہوگی۔جبکہ وصف، حسن اور قبح دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔اب یہ لفظ توصیف پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے مقرر ہوگیا ہے اوصاف خواہ ظاہری اور صوری ہوں یا روحانی اسی طرح طرزِ اظہار خواہ زبان کے ذریعہ ہو یا قلم

ہے، نثر میں ہو یا نظم میں سب پر نعت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظِ نعت استعمال نہیں ہوا البتہ احادیث میں اس کا استعمال ملتا ہے۔ سنن دارمی میں پورا ایک باب موجود ہے جس میں کتبِ سابقہ میں آپ ﷺ کی توصیف میں تقریباً آٹھ روایات ذکر کی گئی ہیں ان میں سے ایک روایت میں لفظ نعت آپ ﷺ کی مدح وتوصیف کے لیے آیا ہے۔ روایت یوں ہے:

''عن ابن عباس رضی الله عنه انه سال کعب الاحبار کیف تجد نعت رسول الله ﷺ فی التوراة ...''(۳)

یوں تو آپ ﷺ کا ذکر ولادت بعثت سے قبل بھی عرش وفرش پر موجود تھا مگر باقاعدہ طور پر ولادت کے بعد سب سے پہلی نعت حضرت عبدالمطلب نے کہی۔ جیسا کہ علامہ سہیلی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد حضرت عبدالمطلب آپ کو لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں ان کے لیے دعا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

الحمد لله الذی اعطانی	هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان	اعیده بالبیت ذی الارکان
حتی یکون بلغة الفتیان	حتی اراه بالغ البیان
اعیذه من کل ذی شنان	من حاسد مضطرب العنان (۴)

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ خوش اندام لڑکا عطا فرمایا۔ ایسا لڑکا جو اپنے گہوارے ہی میں دوسرے لڑکوں کا سردار بن گیا ہے۔ اس کو میں مقدس کونوں والے گھر (بیت اللہ) کی پناہ میں دیتا ہوں یہاں تک کہ یہ جوانوں کا مقصود بن جائے، یہاں تک کہ میں اسے فصیح اللسان دیکھ لوں، میں اسے ہر دشمن وحاسد سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں''۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں نعتیہ اشعار سب سے پہلے آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کہے ہیں....(۵)

یقیناً کائنات کی سب سے معزز و عظیم ہستی سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کے حضور عقیدت و محبت کا اظہار آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ و جمیلہ کا بیان انتہائی اجر و ثواب کا کام ، برکت و رحمت کا موجب اور عین عبادت ہے ۔ خود خداوند عالم نے آپ ﷺ کے ذکر کی رفعت و بلندی کا تذکرہ قرآن میں یوں فرمایا ہے: ﴿ورفعنا لک ذکرک.....﴾(۶)

''یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا''

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا رفعِ ذکر یہ ہے کہ تمام اسلامی شعائر میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور جو ساری دنیا میں مناروں اور منبروں پر **اشھد ان لاالہ اللہ** اللہ کے ساتھ **اشھد ان محمد ا رسول اللہ** پکارا جاتا ہے اور دنیا میں کوئی سمجھ دار انسان آپ ﷺ کا نام بغیر تعظیم کے نہیں لیتا اگر چہ وہ مسلمان بھی نہ ہو۔ فائدہ میں فرماتے ہیں کہ یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے۔

۱۔شرح صدر ۲۔وضعِ وزر ۳۔رفعِ ذکر ان تینوں کو تین جملوں میں ذکر فرمایا ہے اور سب میں فعل اور مفعول کے درمیان ایک ''لک'' یا ''عنک'' لایا گیا ہے۔اس میں رسول اللہ کی خصوصیت اور عظمتِ شان کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب کام آپ ﷺ کی خاطر کیے گئے''(۷)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدح وتوصیف اور آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد و وظائف اور آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کا بیان خود قرآن مجید میں فرمادیا ہے اور قرآن ابدی کلام ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ذکرِ رسول اللہ ﷺ بھی ابدی ہے ۔ آپ کی مدح سرائی کا سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رہے گا ۔ جس طرح قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اس طرح آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوں گی ۔حتی کہ اگر کوئی آدمی خدا کی وحدانیت پر یقین رکھے اور حضور پاک ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو وہ مومن ہی نہیں

ہے۔حدیث میں آیا ہے:

''عن انس رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین''(۸)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میرے ساتھ اپنے والد سے اور اپنی اولاد سے اور سب آدمیوں سے زیادہ محبت نہ رکھے''

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

''عشق حقیقت میں وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو۔اور عشق رسول ﷺ بھی درحقیقت مخلوق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خالق تک پہنچنے کا لازمی واسطہ ہیں۔اس لیے عشق خداوندی اور عشق رسول ﷺ دونوں لازم وملزوم ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ارشاد فرمایا دیا کہ اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے رسول محبوب ﷺ کی اتباع کرو اس لیے عشق خداوندی اتباع رسول اللہ ﷺ کی شکل میں عشق رسول کے بغیر ناممکن ہے''(۹)

ذکر رسول ﷺ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر دنیا بھر کے ادباء وشعراء، بلغاء وفصحاء نے نظم ونثر اور اشعار وقصائد کی صورت میں سرکار دوعالم ﷺ کے حضور عقیدت کے پھول بکھیرے ہیں اور آپ ﷺ کی مدح کے ذریعے اپنے کلام کو لاجواب وسرفراز کیا ہے۔خود حضرت حسان بن ثابتؓ جن کو شاعرِ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے کہتے ہیں کہ

ما ان مدحت محمدا بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی میں نے اپنے کلام سے حضرت محمد ﷺ کی مدح نہیں کی بلکہ حضرت محمد ﷺ کے

ذریعے اپنے کلام کی مدح کی ہے۔(۱۰)

غرض ذکرِ رسول ﷺ ایک انتہائی اجرو ثواب کی حامل عبادت ہے جس کے کچھ حدود اور آداب و تقاضے ہیں جن پر عمل کیے بغیر عبادت کی روح حاصل نہیں ہوسکتی۔

مفتی جمیل احمد تھانوی فرماتے ہیں:

''عبادت کو شرعی طریقہ پر ادا کرنے سے ہی عبادت عبادت بنتی ہے ورنہ بعض دفعہ شرعی طریقہ سے ہٹ کر عبادت کرنے سے کفر اور سلب ایمان کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تمام فرائض، واجب، سنت و مستحب عبادتوں کے لیے شرائط و آداب ہیں۔اسی طرح ذکر مبارک کے چونکہ بہت سے شعبے ہیں ہر ہر شعبہ کے شرائط و آداب ہیں۔ان کا خلاف کرنا حسبِ مرتبہ جرم بن جاتا ہے اور جو مخالفت توہین کا سبب ہوتی ہے وہ تو اسلام و ایمان کو سلب کر لینے اور کفر میں داخل ہونے کا سبب ہو جاتی ہے۔اس لیے ہر عبادت کے لیے اور خصوصاً اس عبادت کے لیے جو تمام عبادتوں کی جامع اور میزانِ کل ہے۔شرائط و آداب کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے اور ہر ایسی بات سے بچنا ہے جس سے توہین ہوکر گناہِ عظیم یا کفر تک نوبت پہنچتی ہے''۔(۱۱)

جب ہم نعت کے آداب کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے پیش نظر نعت کے دو بڑے شعبے ہوتے ہیں:

۱۔ نعت نگاری ۲۔ نعت خوانی

نعت کے تقدس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی پاکیزگیوں اور حضور ﷺ کی صفات و کمالات کو مدّنظر رکھا جائے اور اس نزاکت و پاکیزگی کا خیال نہ صرف یہ کہ مضمونِ نعت میں پیش نظر رہے بلکہ نعت کے طرزِ ادا و بیان میں بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔نعت نگاری کی طرح نعت خوانی بھی ایک بڑا ہی نازک مرحلہ ہے۔خصوصاً اس دور میں جو بدعات اور خرافات اس مبارک عبادت کے ساتھ متصل کر دی گئی ہیں ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔نعت خوانی کے آداب کے ذکر سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نعت نگاری کے چند آداب اختصار کے ساتھ ذکر کر دیئے جائیں۔

۱۔ نعت نگاری کی حدود و تقاضے

نعت نگاری کے لیے ایک شاعر کو کئی چیزیں مدّنظر رکھنا ضروری ہوتی ہیں ۔ مثلاً یہ کہ کوئی ایسا جملہ یا طرز اختیار نہ کی جائے جو آنجنابﷺ کے حضور بے ادبی متصور ہو۔ شاعر کو حدودِ شریعت سے واقف ہونا بھی از حد ضروری ہے تا کہ وہ خدا اور بندے یا الوہیت اور نبوت میں فرق کر سکے ۔ بڑے بڑے نعت نگاروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ بہت دشوار گزار اور کٹھن راستہ ہے بڑے ہوش اور حزم و احتیاط سے چلنے کی ضرورت ہے ۔ یہاں ایک ایک حرف تقاضائے حدو ادب رکھتا ہے ۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں :

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے ۔ اگر شاعر بڑھتا ہے،تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے ۔غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے'' (۱۲)

مفتی محمد تقی عثمانی نعت کی نزاکت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نعت جتنی مقدس جتنی پاکیزہ اور جتنی شیریں صنفِ سخن ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اتنی ہی نازک بھی ہے ۔ یہ محبوب مجازی کی تعریف والی غزل نہیں ہے جس میں رہوار خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے ۔ یہ اس ذاتِ گرامیﷺ کا تذکرہ ہے جس کی عظمت و تقدس کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہیں ۔ لہٰذا ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے کہ

ہزار بار بشویم دھن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

مزید لکھتے ہیں:

''جس ذاتِ اقدس ﷺ کا ذکرِ مبارک نعت کا اصل موضوع ہے اسی نے ہمیں ہمارے ہر ہر قول و فعل کے کچھ آداب بتائے ہیں۔ ان تمام آداب کی کما حقہٗ رعایت کے بغیر کوئی نعت نہ شریعت کے مطابق ہوسکتی ہے اور نہ یہ کوئی حقیقی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب ﷺ کے ارشادات کی خلاف ورزی کر کے اس کی توصیف کی جائے'' (۱۳)

لہٰذا نعت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں کسی بھی مرحلہ پر اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''نعت کا موضوع ہماری زندگی کا نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے۔ اس کی عظمت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را (۱۴)

غرض یہاں تک جس قدر تحریر ہوا اس کا مقصد نعت نگاری کی نزاکت کا احساس اور حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ادب و احترام کے پیشِ نظر نعت کے موضوع اور مضامین میں افراط و تفریط سے بچ کر احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کا ذکر کرنا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نعت نگار کو درج ذیل آداب کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ مبالغہ حدِ شرک کو نہ پہنچے۔

۲۔ بازاری اور دنیاوی محبوبوں کو مخاطب کرنے والا انداز نہ ہو۔

۳۔ الفاظ کا چناؤ بھی شائستہ اور پاکیزہ ہو، تغزل کا رنگ نہ ہو۔

۴۔ دیگر انبیاء پر اس انداز سے فضیلت کا اظہار جس سے ان کے توہین کا اندیشہ ہو، اس سے مکمل اجتناب کرے۔

۵۔ عبارت کا مفہوم مشتبہ اور شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو۔ وغیرہ

نعت خوانی کے شرائط و آداب

خوش الحانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال صحیح طریقہ پر کیا جائے۔ قرآن پاک کی تلاوت اچھی آواز سے کرنا شریعت میں محبوب اور پسندیدہ ہے۔ لیکن اگر حسن صوت کو موسیقی کے قواعد کے مطابق استعمال کیا جائے تو وہ عند الشرع مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔

مروجہ نعت خوانی میں کئی طرح کے مفاسد نے جنم لے لیا ہے۔ ورنہ زمانہ ماضی میں بڑے ہی ادب احترام سے اسادہ مگر پُر وقار لے اور انداز سے اور بغیر تصنع و تکلف کے مدحِ رسول ﷺ کی جاتی تھی۔ اور سننے والے بھی آداب کا خیال رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ نہایت کمال ادب کا اظہار کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ

"عن علیؓ قال : واذا تکلم اطرق جلسائہ کانما علی رؤسھم الطیر" (۱۵)

"جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو حاضرینِ مجلس (صحابہؓ) اس طرح گردن جھکا کر خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں"۔

نعت خوانی میں چند مفاسد کی نشاندہی

بہت سے نعت خوان اپنی نعت کو گانوں کی طرز پر پڑھتے ہیں اور گانوں کے انداز میں اس کی مشق کرتے ہیں کچھ لوگوں نے مشق کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ اپنے سامنے میوزک یا گانے کی کیسٹ چلا لی جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ آواز ملا کر نعت خوانی کی مشق کی جاتی ہے بلکہ نعت خوانی کے ساتھ موسیقی اور میوزک کا استعمال بھی شروع ہوگیا ہے حالانکہ نعت کو گانوں کے ساتھ

مشابہ کرنا یا اس کے ساتھ موسیقی کا استعمال انتہائی بے ہودہ حرکت ہے۔ لہٰذا نعت خوانی میں بھی آپ ﷺ کو پورا پورا ادب ملحوظ رکھنا اور دنیوی غزل خوانی کے انداز اور عشق و محبت والے طریقوں سے گریز کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا احترام و عظمت ان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے اور دنیاوی عشق و محبت میں عموماً عظمت و احترام کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

ذکر رسول ﷺ جیسی عظیم عبادت کو گناہ میں ملوث کرنا کس قدر شدید وبال کا باعث ہوسکتی ہے اس کا اندازہ فقہاء کے اقوال سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مفتی جمیل احمد تھانوی فرماتے ہیں:

''فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ بے وضو قصداً نماز پڑھنا کفر ہے، قصداً قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا کفر ہے، حرام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا کفر ہے، قرآن مجید کی تلاوت باجوں کے ساتھ کفر ہے، نعت شریف باجوں کے ساتھ کفر ہے، اذان یا قرآن کا گانا کفر ہے، راز یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت کو حرام یا گندگی سے متصل کرنا کفر ہے، ان سب باتوں میں حرام یا ممنوع شئے سے ایک عبادت کو ملا کر اس کی توہین کی گئی ہے اس لیے یہ کفر ہے۔ نتیجہ آپ خود نکال لیجیے کہ اس لذیذ ترین عبادت (نعت رسول ﷺ) کو بھی اگر کسی گناہ میں ملوث کیا جائے گا تو وہ کیا ہوگا؟ اور بجائے کار خیر بننے کے کس قدر کار شر بن جائے گا۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عبادت کو حرام اور ظاہری و معنوی گندگیوں سے پاک کر کے پوری طرح پورے پورے ذرائع سے ادا کریں'' (۱۶)

عبادت کو حرام کام سے ملوث کرنے میں اگر نیت تخفیف اور توہین کی ہو تو کفر ہے ورنہ حرام ہے۔ علامہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) نے اس کی بہت ساری مثالیں ذکر کر دی ہیں۔ (۱۷)

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی مدحت و نعت کے لیے ایسا انداز اختیار کرنا یا ایسی سر اور لے کا استعمال کرنا جو فساق و فجار اور بے دین و لا مذہب لوگوں کا شیوہ اور طریق ہو اسلام کی مقدس تعلیمات ایسے انداز کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ اس کے علاوہ بھی نعت خوانی میں چند مزید بدعات شامل کر دی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ نہ صرف گانے کی سروں کا استعمال ہوتا ہے بلکہ ساز اور باجے بھی

استعمال ہو رہے ہیں حتی کہ درود شریف کے ساتھ بھی آلاتِ طرب بجائے جا رہے ہیں ۔ محض انعامات کے حصول کے خاطر سچی محبت اور جذبات سے خالی ہو کر نعتیں پڑھیں جاتی ہیں۔ شہرت، ریاکاری اور ایوارڈز کا حصول نعت خواں حضرات کا مقصد بن گیا ہے خصوصاً جن بے ادبیوں کا سلسلہ ماہِ ربیع الاول میں رائج ہوگیا ہے ان میں مذکورہ مفاسد کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ۔ مزید یہ کہ یہ سب کچھ عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے اور باقاعدہ دلائل کے ذریعے اپنے مدعا کو بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام جمالیات کا خواہاں ہے اور فرد کے کردار و عمل میں حسن و جمال اور نفاست و خلوص کو بڑی اہمیت دیتا ہے نیز یہ کہ احادیث میں دف کے استعمال کی اجازت آئی ہے اور یہ کہ ان آلات سے حسن صوت میں اضافہ ہوتا ہے ۔ حالانکہ اسلامی حدود و قیود سے ماوراء ہو کر محض حلاوت و ملاحت کے حصول کی خاطر فعلِ حرام کا ارتکاب کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اسلام ایک دین اور مستقل ضابطہ حیات ہے اس کے اپنے مخصوص اخلاق اور ظاہری و باطنی پیمانے اور دوائر ہیں۔ اس کا اپنا ایک جاندار مؤثر مزاج اور قوی تشخص ہے لہٰذا اس کے احکام سے تعدی اور تجاوز ضلالت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں ۔ آنجناب ﷺ کے مقام کی رفعت اور بلندی اور آپ ﷺ کے مقام کی عظمت اور بڑائی کو لہو و لہب سے متصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے ۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے:

''عن علی رضی اللہ عنہ : قال : قال رسول اللہ ﷺ بعثت بکسر المزامیر.....''(١٨)

''کہ میں مزامیر (آلاتِ موسیقی) توڑنے کے لیے آیا ہوں''

علامہ ابن امیر الحاج مالکی فرماتے ہیں:

''واشنع من ضربھم بالطبل و تصویتھم بالمزامیر والا بواق انھم یرون ان ذلک قربۃ یتقربون الی ربھم عزوجل فانا للہ و انا الیہ راجعون ، کان الناس یتقربون بالحسنات و ھم مع ذلک و جلون ان لا یقبل منھم فانعکس

الحال وصار و ا يتقربون بالسيئات و يزعمون انها حسنات متقبلة فانا لله و انا اليه راجعون ''(١٩)

''جولوگ اپنی آوازوں کے ساتھ ڈھول باجے اور بگل کا استعمال کرتے ہیں وہ بہت برا کرتے ہیں۔ان کا کہنا کہ وہ اس سے قرب خداوندی حاصل کرتے ہیں اس پر انا للہ کے علاوہ کیا پڑھا جا سکتا ہے؟ حالانکہ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو خالص نیکوں کے ساتھ قرب کے طالب ہوتے ہین اور پھر بھی دل میں ڈرتے رہتے ہیں کہ نا معلوم نیکی قبولیت کا شرف حاصل کرے یا نہ کرے مگر کس قدر حالات بدل گئے ہیں کہ برائیوں کو مقبول نیکیاں سمجھ کر تقرب حاصل کرتے ہیں۔انا لله و انا اليه راجعون''

قرآن کریم میں چار آیات ایسی ہیں جن کے متعلق مفسرین نے صراحت کی ہے کہ ان میں گانے کی مذمت اور حرمت کا بیان ہے۔مختصراً ان آیات کا مفسرین کی آراء کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

١۔ **﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذ ها هزوا اولئک لهم عذاب مهين﴾(٢٠)**

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ان باتوں کے خریدار ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تا کہ بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس راہ کی ہنسی اڑائیں ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے''

اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے ابن مسعود کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق ''لھو الحدیث'' سے مراد گانا بجانا ہے۔(٢١)

اسی طرح بیہقی میں حضرت ابن عباس سے لہو الحدیث کی تفسیر میں بھی اس سے مراد گانا منقول ہے۔(٢٢)

٢۔ **﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾(٢٣)**

''اور پھسلا لے ان میں سے جس کو تو اپنی آواز سے پھسلا سکے''

اس مقام پر بھی مفسرین کرام نے صوت سے مراد گانا لیا ہے۔علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

''و من المعلوم ان الغناء من اعظم الدواعی الی المعصیة و لهذا فسر صوت الشیطن به''(۲۴)

''یہ بات معلوم ہے کہ گناہ کی طرف بلانے والی چیزوں میں سب سے بڑھ کر گانا ہے اور اسی وجہ سے شیطان کی آواز کی تفسیر گانے سے کی گئی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ گانا بجانا شیطان کا ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ نوعِ انسانی کو سیدھے راستے سے بھٹکانے کا کام لیتا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے:

''و استفززه ایاهم بصوته یکون بالغناء کما قال من السلف و بغیره من الاصوات کالنیاحة و غیر ذلک فان هذه کلها توجب انزعاج القلب والنفس الخبیثة الی ذلک و توجب حرکتها السریعة واضطرابها حتی یبقی الشیطان یلعب بهؤلاء اعظم من لعب الصبیان بالکرة''(۲۵)

اسی طرح مجالس الابرار میں ہے کہ

''سب سے بڑی چیز جس سے شیطانی حالات زیادہ قوت پکڑ لیتے ہیں گانا ہے اس لیے کہ سماع مشرکین کا کام ہے .... حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صالحین فرماتے ہیں کہ تصدیہ (تالی) اور مکاء (سیٹی) اسی کو مشرکین نے عبادت قرار دے رکھا تھا۔تو اب جو کوئی راگ سننا اختیار کرے گا تو یہ اس کے شیطان کا دوست ہونے کی نشانی ہے کیونکہ آنحضورﷺ اور آپﷺ کے اصحابؓ کو کبھی گانا سننے کا اتفاق نہیں ہوا''(۲۶)

۳۔ ﴿والذین لا یشهدون الزور﴾(۲۷)

رحمان کے بندے تو وہ ہیں جو بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے''

جصاص نے احکام القرآن میں 'الزور' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد گانا ہے۔ (۲۸)

۴۔ ﴿افمن هذا الحديث تعجبون ○ و تضحكون ولا تبكون○و انتم سامدون ﴾(۲۹)

''کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاریاں کرتے ہو''

حضرت ابن عباسؓ نے 'سمود' کی تفصیل میں فرمایا ہے:

''هو الغناء باليمانية و كانوا اذا سمعوا القرآن غنوا تشاغلا عنه''(۳۰)

''سمود یمنی زبان میں گانے کو کہا جاتا ہے۔ مشرکین جب قرآن کی آواز سنتے تو بیزاری ظاہر کرنے کے لیے گانا شروع کر دیتے''

قرآن کا طرزِ کلام گانے کی حرمت کے بارے میں بڑا عمومی تأثر دیتا ہے۔ صراحتاً چند مزامیر کا نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا بلکہ قیامت تک آمدہ جتنے متوقع انداز اور ذرائع گناہ پیدا ہو سکتے تھے ان سب کی حرمت کا فتویٰ دینے کے لیے قرآن مجید نے یہ عمومی رویہ اختیار کیا ہے۔ تاہم اجل صحابہؓ و تابعین نیز ائمہ صالحین نے اس کی تمام تر تفصیلات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں باقاعدہ طور پر ثابت کیا اور حرمتِ غناء، معازف و مزامیر پر اجماع قائم کر دیا ہے۔

متعدد احادیث میں گانے کی حرمت کا حکم اور اس کی شناعت و قباحت کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیقی اور گانے بجانے کی حرمت میں قطعاً کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ نمونے کے طور پر چند احادیث نبویہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ''ليكون من امتی اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف''(۳۱)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے''

۲۔ ''عن عمران ابن حصینؓ ان رسول اللہ ﷺ قال : فی هذه الامة

خسف و مسخ و قذف فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ ﷺ و متی ذلک قال اذا ظہرت القیان و المعازف و شربت الخمور ''(۳۲)

''حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں بھی زمین میں دھنسنے ،صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایسا کب ہوگا ؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جب گانے والی عورتیں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی''

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے گانے بجانے کی حرمت پر ایک مستقل رسالہ اپنی تفسیر احکام القرآن (عربی) میں تحریر فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ شرح و تحقیق کے ساتھ مولانا عبدالمعز صاحب نے اسلام اور موسیقی کے نام سے لکھا ہے ۔اس میں انہوں نے اسی مضمون کی متعدد کتب حدیث سے تقریباً تیرہ (۱۳) احادیث نقل کی ہیں جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ سے قرب قیامت میں ان واقعات کے ظاہر ہونے کی شہادت ملتی ہے ان میں بعض حدیثیں سنداً نہایت قوی ہیں۔ بعض حسن کے درجے کی ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔ بہر حال ان سب کے مجموعے پر نظر ڈالنے سے اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان احادیث کا مجموعی مفہوم رسول اللہ ﷺ سے یقیناً ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن القیم لکھتے ہیں:

''وقد تظاہرت الاخبار بوقوع المسخ فی ہذہ الامۃ و ہو مقید فی اکثر الاحادیث باصحاب الغناء و شاربی الخمر ''(۳۳)

''یعنی احادیث میں یہ بات بکثرت وارد ہوئی ہے کہ اس امت میں مسخ واقع ہوگا اور اکثر حدیثوں میں یہ عذاب گانے باجے میں منہمک ہونے اور شراب پینے والوں کے ساتھ مقید ہے''

اسی طرح گانے بجانے کی حرمت پر فقہاء اربعہ کا اجماع ہے اور اس بارے میں صریح جزئیات کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، مختصراً ان کا جائزہ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے، فقہ

حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے:

''واختلفوا فی التغنی المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقاً والاستماع الیه معصیة لا طلاق الحدیث و هو اختیار شیخ الاسلام ، و منهم من قال لا باس به لیستفید به فهم المعانی والفصاحة ، و منهم من جوز التغنی لدفع الوحشة اذا کان وحده ولا یکون علی سبیل اللهو والیه ذهب شمس الائمه السرخسی لانه روی ذلک عن بعض الصحابه''(۳۴)

یعنی فقہاء نے مجرد غناء کے حکم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ مطلق حرام ہے اور حدیث کی رو سے اس کو سننا معصیت ہے، شیخ الاسلام نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ مقصد اگر معانی اور فصاحت کا سمجھنا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں اور بعض حضرات نے وحشت کو دور کرنے کے لیے گانے کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ اکیلا ہو اور بطور کھیل کود نہ ہو اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اس لیے کہ اس قسم کی روایات صحابہؓ سے منقول ہیں۔

احنافؒ کے نزدیک گانا بجانا قطعاً حرام ہے۔ جیسا کہ حنفیہ کی تمام کتابوں میں صراحت ملتی ہے۔ خود حضرت امام اعظمؒ سے قرآن کی آیت ﴿والذین یشهدون الزور﴾ میں زُور سے گانا مراد لیا ہے۔(۳۵)

درمختار میں بھی لکھا ہے:

''ان الملاهی کلها حرام .....واستماع صوت الملاهی کضرب قصبٍ و نحوه لقوله علیه الصلوة والسلام استماع صوت الملاهی معصیة الخ''(۳۶)

اسی طرح بحر الرائق میں لکھا ہے:

''یکفر بقراة القرآن علی ضرب الدف والقضیب''(۳۷)

''یعنی آلاتِ موسیقیہ اور دف کی تھاپ پر قرآن پڑھنا کفر ہے''

شوافعؒ کے نزدیک بھی یہ بات اتفاقی ہے کہ اجنبی عورت یا مرد سے گانا سننا خواہ موسیقی

کے بغیر ہی کیوں نہ ہو، قطعاً حرام ہے۔ شوافع کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ صاف ستھرے مضامین پر مشتمل اشعار کو خوش الحانی اور حسن صوت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ پیشہ ور گویوں کی طرح بے جا تکلف سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی آواز کے اتار چڑھاؤ، آہنگ کے زیر و بم اور موسیقی کے فنی قواعد کا بقصد و اختیار اہتمام کیا جائے۔ یہی ان احادیث کا محمل ہے جن سے گانے کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جن میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے گانا سننا ثابت ہوتا ہے۔

شافعی علماء کے نزدیک یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ جو آلات گانے کے بغیر بھی کیف و مستی پیدا کریں اور جنہیں بالعموم پیشہ ور گویے ہی استعمال کرتے ہوں ان کا استعمال حرام ہے۔

امام شافعی کے عظیم اصحاب میں امام ابو ابراہیم مزنیؒ بھی گزرے ہیں۔ ان سے لوگوں نے ساز باجوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ دین میں اس کا کوئی جواز نہیں لوگوں نے کہا امام شافعیؒ نے تو اس کو جائز قرار دیا ہے تو اس پر آپ نے اٹھارہ اشعار پڑھے جن میں امام شافعیؒ پر اس الزام کی تردید کا شد و مد کے ساتھ ذکر کیا۔ ان کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

حاشا الامام الشافعی النبیه ان یرتقع غیر معانی نبیه
هذا ابتداء وضلال فی الوراء ولیس فی التنزیل ما یقتضیه
ولا حدیث عن نبی الهدیٰ ولا صحابی ولا تابعیه(۳۹)

خود امام شافعیؒ سے یہ قول تواتر کے ساتھ منقول ہے:

”خلفت ببغداد احدثته الزنادقه یسمونه التغبیر، یصدون بهالناس عن القرآن“(۴۰)

”میں بغداد میں ایک چیز ایسی دیکھ کر آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے اور اسے تغبیر کہتے ہیں اس کے ذریعہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں۔“

امام مالکؒ کا مسلک بھی وہی ہے جو دیگر ائمہ مجتہدین کا گزرا ہے۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ اپنے مقدمات میں لکھتے ہیں:

''ولا یجوز تعمد شئی من اللھو ولا من الات الملاھی و رخص فی الدف فی النکاح''(۴۱)

''موسیقی اور آلاتِ موسیقی سے لطف اٹھانا جائز نہیں۔صرف نکاح کے موقع پر دف کی رخصت دی گئی ہے''

فقہاء حنابلہؒ میں سے مشہور عالم علامہ علی بن سلمان مرداویؒ اسی بارے میں مختلف اقول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قال فی الرعایة : یکرہ سماع الغناء و النوح بلا آلة لھو و یحرم معھا و قیل بدونھا من رجل و امراة ''(۴۲)

''کہ ایسا گانا اورنوحہ سننا جوآلاتِ موسیقی کے ساتھ نہ ہومکروہ ہےاور جوآلاتِ موسیقی کے ساتھ ہوحرام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گانے کا سننا آلاتِ موسیقی کے بغیر بھی خواہ مرد سے ہو یا عورت سے مطلقاً حرام ہے''

مذکورہ بالا آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ مسالکِ اربعہ میں بھی موسیقی اور گانا بجانا حرام قرار دیا گیا ہے لیکن اس حرام چیز کونعت جیسی معزز اور پاکیزہ چیز کے ساتھ استعمال کر کے اس کے عبادت ہونے پر دلیل پکڑنا کس قدر بے عقلی اور گستاخی کی علامت ہے۔ایک شاعر نے کتنے درد کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ کبھی عبادت بھی آلاتِ لہو ولعب کے ساتھ ہوتے ہوئے کسی نے دیکھا ہے۔

یا عصبة ما ضرامة احمد　　وسعی علی افسادھا الاھی
طار ومز ما ر و نغمة شادن　　ارأیت قط عبادتاً بملاھی (۴۳)

بزرگانِ دین پرسماع بالمزامیر کی تہمت اوراس کا ازالہ

بعض لوگ جو ہوائے نفس کے پیروکار ہوکر اکابر بزرگانِ دین پرعموماً اورخواجگانِ چشت پرخصوصاً تہمت لگاتے ہیں کہ وہ سماع بالمزامیر کرتے تھے اوران کے سماع کو آج کل کی مروجہ قوالی

یا مزامیر و معازف کے ساتھ نعت خوانی سے تشبیہ دے کر اس کے جواز بلکہ استحباب پر مُصر ہیں۔ ایسے لوگوں کو ان احادیث و آثار پر غور کرنا چاہیے جن میں گانوں باجوں کی مذمت اور اس پر وعیدِ شدید کا ذکر آیا ہے۔ ان احادیث و اقوال کو سامنے رکھ کر اکابر بزرگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں جو زہد و تقویٰ کے حامل دنیا سے غافل اور لہو و لہب سے متنفر تھے۔ پھر یہ کہ تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ آلاتِ موسیقی کا استعمال ممنوع اور حرام ہے۔ جیسا کہ ابن صلاح نے اس اجماع کو نقل کیا ہے۔

"وقد نقل ابن الصلاح ان الاجماع منعقد علی ان آلات الطرب اذا اجتمعت فهی محرمة" (۴۴)

علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں:

"فا ما ما ابتدعته الصوفية من الادمان علی سماع المغانی بالآ لات المطربة من الشبابات والطار والمعازف والا وتار فحرام" (۴۵)

"آج کے بعض صوفیاء نے جو یہ طریقہ ایجاد کر لیا ہے کہ آلات مطربہ شبابہ، طار، باجے اور ستار وغیرہ کے ساتھ گانے سنا کرتے ہیں سو یہ بالکل حرام ہے"

مشائخ چشت کے سماع کی حقیقت

خواجگانِ چشت یا اور دوسرے بزرگوں کے متعلق جو سماع منقول ہے اس کی کیفیت اور حقیقت وہ نہیں ہے جو آج کل کے جہلاء سمجھے ہیں کہ آداب و شرائط کا خیال کیے بغیر طبلہ و سارنگی، ہارمونیم اور دیگر مزامیرِ خرافات کو دنیا کے مقدس ترین انسان کی مدح و توصیف کے ساتھ ضم کرتے ہیں یا لذتِ نفس کی خاطر عشقیہ غزلوں کو غیر متشرع گویوں سے سنتے ہیں اور اس خلاف شریعت فعل کو عملِ بزرگان اور عین موافقِ شریعت تصور کرتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ بلکہ اس سماع کی حقیقت محض اس قدر تھی کہ حالتِ انقباض کو دور کرنے کے لیے محبت و معرفتِ خداوندی کے اشعار کو ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ شریعتِ مقدسہ کی حدود و قیود میں رہ کر کبھی کبھار سماع کرتے تھے اور اس میں بھی ایسی شرائط مقرر کی گئی تھیں کہ جن کا لحاظ فی زمانہ نہ صرف مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔

عوارف المعارف میں ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ بزرگانِ دین نے جب کبھی بھی سماع کو اختیار فرمایا ہمیشہ کچھ حدود و قیود اور شرائط و آداب کا لحاظ رکھا۔ اس کے ذریعہ وہ آخرت کی فکر جنت کی رغبت اور دوزخ کا خوف پیدا کرتے۔ دین و شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ اور طلب بڑھاتے اور اپنی دینی و اخلاقی حالت کو بہتر بناتے تھے۔ علاوہ ازیں سماع سے وہ حضرات بعض اوقات ہی شغل فرماتے تھے، مشغلہ اور عادت نہیں بناتے تھے'' (۴۶)

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ حقیقتِ سماع کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''بزرگانِ سلف کا سماع بس یہی تھا کہ حلقۂ ذکر میں کوئی گانے والا خوش الحانی کے ساتھ عاشقانہ کلام گاتا تھا، باجا اور ڈھولکی سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ عاشقانہ کلام سننے کا منشاء یہ تھا کہ جذباتِ محبت عاشقانِ مجازی اور عاشقانِ حقیقی میں یکساں ہوتے ہیں۔ عاشقانِ مجازی کو بھی اپنے محبوب کی یاد میں لذت آتی ہے عاشقانِ حقیقی کو بھی اور عاشقانِ مجازی بھی ہر وقت اپنے محبوب کے دھیان میں رہتے ہیں، وہی ہر چیز میں نظر آتا ہے۔ عاشقانِ حقیقی کو بھی اسی طرح تمام حالات قریب قریب پیش آتے ہیں۔ اس لیے جذباتِ محبت کو سن کر عارفین کے جذباتِ محبت کو ترقی اور عشق کی آگ بھڑکتی ہے۔ خوب سمجھ لو'' (۴۷)

شامی میں لکھا ہے:

''و ان کا سماع غناء و ھو حرام باجماع العلماء و من اباحه من الصوفية فلمن تخلی عن اللھو و تحلی بالتقوی'' (۴۸)

''گانا سننا باجماع علماء حرام ہے اور جس گانے کو صوفیاء نے مباح قرار دیا ہے وہ ہے جو لہو سے خالی اور تقویٰ سے مزین ہو''

سماع کا لہو و لعب سے خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باقاعدہ شرائط جن کا ذکر فقہاء و صوفیاء نے کیا ہے موجود ہوں صوفیاء کا سماع مخصوص احوال میں بطور دوا و علاج ہوتا تھا۔ ان شرائط

کا ذکر کرتے ہوئے علامہ رملیؒ نے لکھا ہے:

''احدھا ان لا یکون فیھم امر دو الثانی ان لا یکون جمیعھم الا من جنسھم لیس فیھم فاسق ولا اھل الدنیا ولا امراۃ والثالث ان تکون نیۃ القوال الاخلاص لااخذ الاجر والطعام والرابع ان لا یجتمع لا جل طعام او فتوح والخامس لا یقومون ا لا مغلوبین والسادس لا یظھرون وجداً صادقین''(۴۹)

''پہلی شرط یہ ہے کہ سماع کرنے والوں میں کوئی بے ریش نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ سب عارفین و کاملین ہوں، ان میں کوئی فاسق و فاجر، طالبِ دنیا اور عورت نہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ قوال کی نیت اخلاص پر مبنی ہو، مزدوری، معاوضہ اور کھانا مدنظر نہ ہو، چوتھی شرط یہ ہے کہ مجمع کھانے یا دیگر دنیاوی اغراض کے لیے اکٹھا نہ ہوا ہو، پانچویں شرط یہ ہے کہ اس دوران قیام نہ کریں الّا یہ کہ مغلوب اور بے خود ہو جائیں، چھٹی شرط یہ کہ وہ وجد و مستی کا اظہار نہ کریں الّا یہ کہ سچے ہوں، ریا اور تصنع نہ ہو''

خود حضرت سلطان المشائخ دہلویؒ کا ایک ملفوظ ذکر کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ سماع بالمزامیر کرتے تھے یا نہیں؟ ایک دفعہ محفل کے دوران ایک شخص نے کہا کہ آستانہ حاضر باش بعض درویش ایسے مجمع میں گئے ہیں جہاں چنگ و رباب اور مزامیر تھے، رقص کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بر کیا جو شئے شرعاً ناجائز ہے، وہ بری ہے۔ جب وہ درویش لوٹ کر آئے تو حضرت خواجہ نے ان سے پوچھا کہ اس مجلس میں مزامیر تھے پھر تم نے سماع کیوں کیا۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم سماع میں اس قدر بے خود ہو گئے تھے کہ ہمیں مزامیر ہونے نہ ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا یہ جواب لغو ہے، وہ عمل گناہ ہی لکھا جائے گا۔(۵۰)

اس موقع پر مروجہ سماع کے قائلین ایک دلیل اباحتِ سماع بالمزامیر کی یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ دف وغیرہ کے استعمال کا ثبوت کئی احادیث سے ملتا ہے اور شادی وغیرہ کے موقع پر دف

بجانا ثابت ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ خوشی اور ولیمہ وغیرہ کے مواقع کے علاوہ اس کا استعمال کہیں بھی ثابت نہیں ہے اور ان دو مواقع کے علاوہ بلا ضرورت دف بجانے والوں کو سیدنا عمر فاروق اعظمؓ دُرّوں کی سزا دیتے تھے۔فتح القدیر میں ہے:

''ان الفاروقؓ اذا سمع صوت الدف بعث ینظر فان کا ن فی الولیمة سکت و ان کا فی غیرہ عمد بالدرة''(۵۱)

دوسری بات یہ کہ وہ دف بالکل سادہ ہوتی تھی چنانچہ ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ دف ہے جو متقدمین کے دور میں استعمال ہوتا تھا۔جھانجھر دار دف بالاتفاق مکروہ (حرام) ہے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نعت جیسی مقدس عبادت کو حرام یا ناجائز امور سے آلودہ کرنا عبادت کی توہین اور سخت گستاخی و بے ادبی ہے۔ان سب باتوں سے بچ کر اس عبادت کو انجام دیا جائے۔کامل عبادت کو کامل طریقوں سے انجام دینا ہی اس کے منافع کا حاصل کرنا ہے۔

راگ باجوں اور ساز و موسیقی کے ساتھ نعت شریف کو پڑھنا شریعت کی رو سے حرام ہے۔شریعت کے بیان کردہ احکام اور سنت نبویﷺ کی روشنی میں کیا ہوا عمل ہی بارگاہِ رب العزت میں شرف قبولیت حاصل کرسکتا ہے۔بقول سعدیؒ

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اظہارِ عقیدت ہو مگر اطاعت نہ ہو، ایسے جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔نعت خوانی اگر عمل و اطاعت کے جذبات پیدا نہیں کرتی تو سمجھ لینا چاہیے کہ بات نہیں بنی خواہ سروں میں خواہ جتنے ہی راگ الاپ دیئے جائیں، وہ سوز و گداز ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا جو اطاعت

وفرمانبرداری سے نصیب ہوتا ہے۔ بقول شاعر

جس میں نہ ہو رعایتِ آدابِ مصطفیٰ
وہ فکر نارسا ہے، وہ عقل ناصواب ہے

حوالہ جات

۱۔ الافریقی، ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب، ۱۴/۱۹۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء
۲۔ ابن الاثیر، محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، ۵/۷۹، مؤسسہ اسماعیلیان، ایران، س۔ن
۳۔ الدارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل، سنن دارمی، ۱/۶، داراحیاء السنۃ النبویۃ، بیروت
۴۔ السہیلی، عبدالرحمٰن، الروض الانف، ۱/۲۸۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء
۵۔ مفتی محمد تقی عثمانی، نعت رسول اور اس کے آداب، ص۱، میمن اسلامک پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۴ء
۶۔ الم نشرح/۴
۷۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۸/۷۷۱، دائرۃ المعارف، کراچی
۸۔ بخاری و مسلم
۹۔ مفتی محمد تقی عثمانی، نعت رسول اور اس کے آداب، ص ۷
۱۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم، ترجمہ مولانا یوسف لدھیانویؒ، ص۱۴
مکتبہ لدھیانوی کراچی، ۱۹۹۶ء
۱۱۔ مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مقالاتِ سیرت، ص۴۲، ادارہ اشرف التحقیق، لاہور
۱۲۔ نقوش رسول نمبر، (ج۱، شمارہ نمبر ۱۳۰) ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۴ء
۱۳۔ مفتی محمد تقی عثمانی، نعت رسول اور اس کے آداب، ص۲۴
۱۴۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو کی نعتیہ شاعری، ص۱۳، آئینہ ادب، لاہور
۱۵۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، شمائل الترمذی، ۲/۵۰۳، قرآن محل کراچی
۱۶۔ مفتی جمیل احمد تھانوی، مقالاتِ سیرت، ص۴۳
۱۷۔ ابن نجیم الحنفی، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، ص ۲۷، بیروت
۱۸۔ المتقی، شیخ علاء الدین علی، کنز العمال، ۷/۳۳۵، دائرۃ المعارف انظامیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۱۷ھ
۱۹۔ ابن امیر الحاج، مالکی، المدخل، ۴/۲۶۰، بیروت
۲۰۔ لقمان/۶
۲۱۔ الطبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، جامع البیان، ۲۱/۳۶، مطبعۃ المیمنۃ، مصر

۲۲۔ البیہقی ،ابو بکر احمد بن الحسین ،السنن الکبریٰ ،۱/۲۲۱، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن،
۲۳۔ الاسراء/۶۴
۲۴۔ ابن القیم الجوزیۃ ،شمس الدین محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھفان ،۱/۲۵۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۷ھ
۲۵۔ ابن تیمیہ، دقائق التفسیر الجامع لتفسیر الامام ابن تیمیہ، ص ۴۰۱، تحقیق الدکتور السید محمد الجلینہ، مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت، ۱۹۸۶ء
۲۶۔ شیخ احمد رومی، مجالس الابرار (مترجم) ص ۵۸، مطبوعہ کراچی
۲۷۔ الفرقان/۷۲
۲۸۔ الجصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، ۳/۴۲۷، المطبعۃ البہیۃ ،مصر ۱۳۴۷ھ
۲۹۔ النجم/۶۱۔۶۰۔۵۹
۳۰۔ آلوسی، سید محمود آفندی، قاضی، روح المعانی، ۲۷/۷۲، مکتبہ الرشیدیہ، لاہور، ۱۳۹۰ھ
۳۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، ۲/۴۴، نور محمد اصح المطابعہ، کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۲۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع الترمذی، کتاب الفتن، ۲/۴۴
۳۳۔ ابن القیم، اغاثۃ اللھفان، ۱/۲۶۶، بحوالہ اسلام اور موسیقی از مفتی محمد شفیع ص ۱۲۹، مکتبہ دار العلوم کراچی فروری، ۱۹۹۹ء
۳۴۔ الطوری، محمد بن حسین بن علی الحنفی، تکملہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۸/۳۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء
۳۵۔ الجصاص، احکام القرآن، ۳/۴۲۸
۳۶۔ الشامی، ابن عابدین، الدر المختار، ۶/۳۴۹، المکتبہ التجاریۃ مکہ مکرمہ،
۳۷۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم الحنفی، البحر الرائق، ۵/۱۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۷ء
۳۸۔ مفتی محمد شفیع، اسلام اور موسیقی، ص ۲۸۱
۳۹۔ ابن امیر الحاج، المدخل، ۳/۱۰۰
۴۰۔ ابن القیم، اغاثۃ اللھفان، ۱/۲۲۹، ''تغبیر کا مطلب تہلیل یا قراءۃ کو بار بار آواز لوٹانا ہے۔ ایک جماعت اشعار یا ذکر اللہ کو طربیہ انداز میں اس لے سے پڑھتی تھی کہ وہ خود بھی لوٹنے پوٹنے اور رقص کرنے لگتی، چونکہ وہ غابرۃ یعنی آخرت اور دنیا میں حصول زہد کے لیے لوگوں کو ترغیب دیتی ہے اس لیے اس جماعت کا نام ''مغبرہ'' پڑ گیا۔ تفصیل کے لیے ''تاج العروس'' بذیل مادہ 'غبر'' ، ۷/۲۹۰، دیکھیے مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴ء

۴۱۔ الحطاب، ابوعبداللہ محمد بن محمد، مواہب الجلیل، ۶/۴، دار الفکر بیروت ۱۹۷۳ء

۴۲۔ المرادوی، ابوالحسن علی بن سلیمان، الانصاف، ۱۲/۵۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۰ء

۴۳۔ المدخل، ۲/۹ ؛ ۴۴۔ ایضاً، ۲/۳

۴۵۔ القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، ۴/۵۴، دار الکتب العربیۃ، ۱۳۸۷ھ

۴۶۔ سہروردی، شہاب الدین، عمر بن محمد، عوارف المعارف، ص ۱۸۸، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۶۶ء

۴۷۔ رفاعی، سید احمد کبیر، البنیان المشید، ترجمہ علامہ ظفر احمد عثمانی، ص ۱۰۹، ادارہ اسلامیات لاہور

۴۸۔ الدر المختار، ۶/۶۳۰

۴۹۔ الرملی، خیر الدین، الفتاویٰ الخیریۃ، ۲/۱۷۹، المطبعۃ العثمانیہ، استنبول، ۱۳۱۱ھ

۵۰۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، السنۃ الجلیۃ فی الچشتیہ العلیۃ، ص ۵۶، کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں، دہلی، ۱۳۵۱ھ

۵۱۔ ابن الہمام، کمال الدین، محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، ۶/۳۶، مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۳۵۶ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆